ڈاکٹر نذیر احمد :

سندھ و مکران کی سیاسی و ثقافتی تاریخ کے چند نئے ماآخذ

[یہ مقالہ ۸ سال قبل کراچی کے ایک سیمینار میں پڑھا گیا تھا، اس میں سندھ و مکران کی تاریخ کے پانچ نئے ماآخذ کا تعارف تھا، اس وقت تک ان پانچوں میں سے صرف دیوان سراجی طبع ہو چکا تھا، اور اب تین اور شایع ہو چکے ہیں، صرف ترجمہ عوارف بقلم قاسم داود خطیب اچہ چھپنے سے رہ گیا ہے، یہ مقالہ نظرثانی کے بعد طباعت کے لیے دیا جارہا ہے۔ نذیراحمد]

سندھ اور متعلقہ خطوں کی سیاسی و تمدنی تاریخ کے ماآخذ بہت کم ملتے ہیں، چنانچہ وہاں کی تمدنی و سیاسی تاریخ کے مرتب کرنے میں فضلائے وقت سخت دشواریوں سے دوچار ہوتے ہیں، راقم حروف کو اپنے مطالعات کے دوران کچھ ایسے فارسی مخطوطات دستیاب ہوئے جن سے سندھ اور مکران کی تاریخ پر کچھ نئی روشنی پڑتی ہے، سطور ذیل میں انھی کا مختصر تعارف مقصود ہے :

۱۔ ترجمہ عوارف المعارف بقلم قاسم داود خطیب اچہ۔

۲۔ دیوان عمید لویکی۔

۳۔ مکتوب غازان خاں بنام شیخ رکن الدین ملتانی۔

۴- قصاید بدیعی ترکو میستانی -
۵- دیوان سراجی خراسانی -

عوارف المعارف شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحـ (م : ۶۳۲ھ) کی مشہور اور مقبول تصنیف ہے ، اس کے متعدد فارسی ترجمے موجود ہیں ، ان میں سے زیر نظر ترجمہ سب سے قدیم ہے ، یہ شیخ سہروردی رحـ کی وفات کے دس سال کے اندر آچہ میں پایہ تکمیل کو پہنچا ، اس کے مترجم قاسم داود خطیب اچہ ہیں ، جنہوں نے بادشاہ وقت سلطان تاج الدین ابوبکر کے ایما پر یہ کام شروع کیا اور حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی رحـ نے اس کام کو پسند فرمایا، مقدمہ کتاب میں ہے :

> اما بعد بیچارہ گناهگار و امیدوار بکرم خداوند کریم و بفضل عمیم قاسم داود خطیب قصبہ چر (کذا) تاب اللہ علیہ و خص من خصائص مالدیہ مع اسلافہ و والدیہ، می گوید کہ بادشاہ اعظم ملک معظم خسرو گیهان حیدر نشان مجیرالانام ، ظهیرالایام تاج الحق والدین مخصوص بعنایہ رب العالمین قسیم -۱ امیرالمومنین ابوبکر اعلی قدرہ و امرہ، سلالہ طینت و خلاصہ جوهر سکینت ملک کبیر عالم عادل اعظم معظم عزالدنیا والدین غیاث الاسلام و المسلمین صفدر ایران و توران ابوالحارث منکبرنی ایاز کبیرخانی حسام امیرالمومنین انار اللہ برهانہ و ثقل بحسنات میزانہ، فرمود تادین عاجز از دست خود کتاب عوارف المعارف کہ مشحون است بفنون لطایف و وظایف

۱- اکثر مسلم بادشاہ اس لقب سے ملقب ہوتے تھے، چنانچہ لغت نامہ دهخدا میں اس لقب کے حسب ذیل بادشاہوں کے نام ملتے ہیں-

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵ پر)

ز اخبار و آثار و اشارات و عبارات، تصنیف شیخ المشایخ شهاب الملة والدین ملک الناک و العباد قطب الزهاد و الاوتاد العالم الربانی العارف الحقانی ابوحفص عمر سهروردی طیب‌الله ثراه بود، آنرا ترجمهٔ پارسی سازد و از عربیت کہ افصح اللغاتست بدین زبان کہ املح عباراتست بپردازد زیرا کہ مقصود و مطلوب از تالیف و تصنیف اندر کلام آنست کہ معلوم و مفهوم جهانیان گردد ... پس چون رغبت ... اندرین معنی صادق دانستم خود را اقدام آن بکلی مشغول داشتم خاصۃً چون تائید بہ اشارت شیخ الاسلام بهاءالملت والدین الهادی الی حضرت رب العالمین قطب العباد ابو محمد زکریا متع‌الله المسلمین بطول بقایہ و نضّر وجہ بنور اقایہ کہ متضمن اجازت بود، یافتم۔

(صفحہ ۴ کا بقیہ حاشیہ)

- ابوالمنظر قلادون الصالحی ملک مصر
- ابرکیارق ابن سلطان ملک شاہ
- طغرل بن ارسلان شاہ بن طغرل بن محمد
- ارسلان شاہ بن طغرل بن محمد
- مسعود بن داود بن میکائیل بن سلجوق
- محمد بن طیر سلجوقی۔

طبقات ناصری میں بعض سلاطین کا یہ لقب مذکور ہے، ان میں چند یہ ہیں:

- غیاث‌الدین ابوالفتح محمد بن سام ج ا ص ۳۵۳، ۳۶۷
- معزالدین ابو المظفر محمد بن سام ج ا ص ۳۹۵
- ناصرالدین محمود بن سلطان التمش ج ا ص ۴۷۱

با وصف این در مقدمهٔ جوامع الحکایات عوفی (مصحح بانو مظاهر مصفا) ص ۲۸ حاشیہ نمبر ۴ قسیم را قیم خوانده و همین را درست می داند۔

[(ترجمہ) بیچارہ گنہ گار خداوند کریم کے فضل و کرم کا امیدوار قاسم داود خطیب اچہ (خدا اس کی اور اس کے اسلاف و والدین کی توبہ قبول کرے اور اپنے صفات سے مخصوص کرے) عرض پرداز ہے کہ بادشاہ اعظم ملک معظم خسرو گیہان (جہان) حیدرنشان مجیرالانام، (لوگوں کی فریاد سننے والا)، ظہیرالایام (اہل زمانہ کا پشتیبان)، تاج الحق والدین عنایات خداوندی سے مخصوص، امیرالمومنین کا شریک و سہیم، ابوبکر (خدا اس کے اقدار و احکام کو سر بلند کرے) ملک کبیر عالم عادل اعظم معظم عزالدنیا و الدین (دین ودنیا کی عزت)، اسلام اور مسلمین کا فریاد رس، ایران و توران کا لشکر شکن، ابوالحارث منکبرنی ایاز کبیر خانی حسام امیرالمومنین (امیرالمومنین کی تلوار) (خدا اس کی دلیلوں کو روشن کرے اور ان کے عمل کا ترازو حسنات سے وزن دار کرے) نے حکم دیا کہ یہ عاجز لطایف اخبار و احادیث اور اشارات و عبارات سے بھرپور، کتاب عوارف المعارف تصنیف شیخ المشایخ شہاب الدین، سلطان العارفین، ملک العباد، قطب الزہاد، عالم ربانی، عارف حقانی ابوحفص عمر سہروردی (خدا ان کی مٹی کو پاک کرے) کو عربی سے فارسی کے قالب میں ڈھالے؛ اس لیے کہ تصنیف و تالیف کی غرض و غایت یہ ہے کہ کلام سے مستفید ہوں۔

پس جب مجھے لوگوں کی رغبت وتوجہ کا علم ہوا تو اس طرف پوری طرح متوجہ ہوا خصوصاً

جب شیخ الاسلام بہاء الملت و الدین ، داعی العباد ابومحمد زکریا (خدا ان کے طول عمر سے مسلمانوں کو منتفع کرے اور لوگوں کے چہرے کو ان کے چہرے کی روشنی سے منور رکھے) کا مجھے اشارہ ملا جو اجازت کے مترادف تھا۔]"

یہ مقدمہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس کے ذریعے ایک حکمران کی شخصیت کا واضح نشان ملتا ہے جس کو تاریخ نے بھلا دیا ہے ، البتہ ایک اشارہ طبقات ناصری تالیف منہاج سراج جوزجانی کے یہاں ہے۔ پہلے اس کے باپ کا تفصیلی تذکرہ ہے پھر تاج الدین ابوبکر کا مختصر سا ذکر ہے۔ منہاج سراج نے اپنی تاریخ کے بائیسویں طبقے (ملوک شمسی) کے ذیل میں اس کا تذکرہ کیا ہے ، اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے : ۱۔

"دوم: ملک کبیر خاں ایاز المعزی ۔۲ ہزار مردہ ،

کبیر خاں ایاز رومی ترک تھا، اور ملک نصیرالدین حسین امیر شکار (سلطان معزالدین: م ۶۰۲) کا غلام تھا، جب ملک نصیرالدین حسین نے شہادت ۔۳ پائی تو کبیر خاں اس کے بیٹوں کے ساتھ ہندوستان چلا آیا ، اور سلطان شمس الدین التتمش کا منظور نظر ہوا ۔ کبیرخاں ایاز دانشمند ، زیرک اور تجربہ‌کار تھا اور بہادری اور معرکہ آرائی میں اپنے عہد میں کوئی جواب نہیں رکھتا تھا ، اس کا آقا ملک

۱۔ دیکھیے طبقات ناصری چاپ کابل ج ۲ ص ۵-۷۔

۲۔ راورٹی مترجم انگریزی طبقات کے نزدیک یہ نسبت معزالدین محمد بن سام کی طرف ہے جس سے کبیر خاں منسوب تھا۔

۳۔ تقریباً ۶۱۳ھ میں ، دیکھیے راورٹی ج ۲ ص ۵۰۴ - ۵۰۵ ، نیز حاشیہ ص ۷۲۵۔

نصیرالدین حسن بھی غور، غزنین، خراسان اور خوارزم کے اطراف میں جوانمردی اور رزم آرائی میں ضرب المثل تھا، کبیرخاں ایاز نے مردانگی اور جنگ آزمائی کی تعلیم اپنے آقا سے حاصل کی تھی، جب ملک نصیر غزنین میں ترکوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو اس کے بیٹوں نے سلطان التتمش کے دربار میں پناہ لی، سلطان نے ملک عزالدین کبیرخاں کو ملک نصیر کے بیٹوں سے خرید لیا، جب سلطان التتمش نے ۶۲۵ میں ملتان فتح کیا تو یہ صوبہ کبیرخاں ایاز کے سپرد کر کے اسے یہاں کا والی مقرر کردیا اور ساتھ ھی کبیرخاں منکبرنی -۱ کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اسی وجہ سے خان مذکور عوام میں ھزار مردہ -۲ کے نام سے مشہور ھے، جب سلطان دھلی واپس ھوا تو عزالدین کبیرخاں نے مقبوضہ علاقے کو اپنے تصرف -۳ میں لا کر بڑی رونق دی، دو چار سال بعد اس کو دھلی طلب کیا گیا اور -۴ پلول کا علاقہ اسکے حوالے کیا گیا۔

۱- یہی لقب سلطان جلال‌الدین محمد خوارزم شاہ م: ۶۲۸ کا بھی تھا۔ اس سلسلے کی پوری بحث کے لیے دیکھیے حواشی واضافات تاریخ جہانگشای جوینی، ج ۲ ص ۲۸۴ تا ۲۹۲-

۲- ھزار مردہ بظاھر منکیرنی کا ترجمہ ھے، اس لیے کہ ترکی لفظ مینگ بمعنی ھزار ھے، اور طبقات میں واضحاً یہ ھے۔ خلق اورا ھزار مردہ گفتندی بدین سبب اورا منکبرنی لقب فرمودہ بود (ج ۲ ص ۶)

۳- راورٹی نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ھے:

Kabir Khan-i-Ayaz took possession of that territory and brought it under his subjugation, and caused it to flourish.

۴- دھلی سے متھرا والی ریلوے لائن پر فریدآباد سے چند اسٹیشن آگے ایک اسٹیشن ھے۔

(۶۳۱ھ میں) جب رکن الدین فیروز شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے سنام ۱ کو بھی اس کے علاقے میں شامل کردیا، لیکن جب لاہور سے ملک جانی اور ھانسی سے ملک کوچی بادشاہ سے مقابلے کے ارادے سے نکلے تو کبیر خاں بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا اور اطراف دھلی میں بڑی افراتفری برپا کی ۲۔ اسی درمیان سلطان رضیہ تخت نشین ہوئی، اس نے وعدہ وعید سے کبیر خاں کو اپنا ھمنوا بنا لیا، ملک جانی اور ملک کوچی پسپا ہوئے، رضیہ نے خوش ہوکر لاہور مع اس کے مضافات کے عزالدین کبیر خاں کے حوالے کردیا، مگر چند ہی دنوں میں اس کے دماغ میں شورش پیدا ہوئی اور وہ آزادی کا خواب دیکھنے لگا۔ ۶۳۶ھ میں رضیہ لشکر شاھی کے ساتھ لاہور آئی۔ کبیر خاں مقابلے کی تاب نہ لاسکا اور راوی پار کرکے بھاگ نکلا، شاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا۔ مجبوراً کبیر خاں نے اطاعت قبول کرلی، رضیہ نے عنایت شاھی سے پھر نوازا اور ملتان بھی اس کے حوالے کر دیا، چند ھی دنوں میں جب منگولوں نے منکوتہ اور طایر کی سرکردگی میں لاھور پر حملہ کیا تو کبیر خاں نے موقعے کو غنیمت جان کر سندھ

۱۔ سنام قدیم میں نہایت اھم مقام تھا، بیرونی نے کتاب الھند ص ۱۰۱ میں اس کا فاصلہ غزنین سے ۱۲۱ فرسخ اور قنوج سے ۷۰ فرسخ درج کیا ھے، اِس وقت وہ ایک ریلوے اسٹیشن ھے جو حصار سے ۱۱۹ کلو میٹر کی دوری پر لدھیانہ جانے والی ریلوے لائن پر ھے، قدیم میں سنام میں "ن" مشدد تھا، مگر اب تخفیف نون سے آتا ھے۔ دیکھیے راورٹی ص ۶۵۶ ح، ص ۷۲۷ متن و حاشیہ۔

۲۔ یہ بغاوت رکن الدین فیروز شاہ کے عہد آخر میں شروع ھوئی، اور

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

میں -۱ اپنی آزادی کا اعلان -۲ کردیا اور اچہ پر بھی قبضہ کرلیا، لیکن زیادہ عرصہ گذرنے نہیں پایا تھا کہ ۶۳۹ میں کبیرخان فوت ہوگیا، اس کی وفات پر اس کا بیٹا تاج الدین ابوبکر اس کا قائم مقام ہوا۔ تاج الدین نہایت جوانمرد، دلیر اور جنگجو تھا، باپ کے مرنے پر پورے صوبہ سندھ کو اپنی مقبوضات میں شامل کرلیا اور کئی بار ترکوں کے دستہ -۳ قرنغ کو ملتان میں بری طرح پسپا کیا، اور اس طرح جوانمردی میں بڑی ناموری حاصل کی، لیکن عین جوانی میں فوت ہوگیا"۔

اگرچہ تاج الدین کی تاریخ وفات طبقات ناصری کے مندرجہ بالا

(صفحہ ۹ کا بقیہ حاشیہ)

رضیہ کے عہد میں بھی جاری رہی، اس کے سلسلے میں دیکھیے طبقات ج ۱ ص ۴۵۵ تا ۴۵۸۔ اس فتنے میں ملک علاءالدین جانی و ملک سیف الدین کوچی و ملک عزالدین کبیر خان کے علاوہ عزالدین سالاری مقطع بدایون و نظام الملک جنیدی وزیر بھی شامل تھے۔

۱۔ اچہ اور ملتان پر سندھ کا اطلاق ہوتا تھا، دیکھیے راورٹی ص ۲۷۴ حاشیہ۔

۲۔ طبقات میں چتر برگرفت اور راورٹی میں یہ ترجمہ ہے۔

Assumed sovereignity in the territory of Sindh, and a canopy of state.

راورٹی نے مختلف مقامات پر اس کی خودمختاری کا ذکر کیا ہے، مثلاً دیکھیے ص ۶۵۶ ح، ص ۶۶۳ ح، ص ۸۱۰ ح۔

۳۔ اس دستے کے عروج و زوال کی داستان کے لیے دیکھیے راورٹی ص ۳۷۴ ح ۵۔

بیان میں درج نہیں ، لیکن دوسرے اور بیان کی تطبیق سے یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ وہ ۶۴۳ھ-۱ سے قبل ہی فوت ہو جاتا ہے ، اس طرح اس کا زمانہ اقتدار ۶۳۹ تا ۶۴۲ھ قرار پاتا ہے ، اس کی وفات پر ملتان، اچہ، سندھ پر سلطنت دھلی کا قبضہ مستحکم ہو جاتا ہے۔

اس تفصیل سے حسب ذیل نتیجے نکلتے ہیں۔

۱۔ عزالدین کبیر خان ایاز اور اس کا بیٹا تاج الدین ابوبکر وہی ہیں جن کا ذکر ترجمہ عوارف المعارف میں قاسم داود خطیب اچہ نے کیا ہے۔ اس قیاس کے قرائن یہ ہیں:

الف۔ طبقات اور ترجمہ دونوں میں باپ کے نام کے ضروری اجزا یعنی کبیر، عزالدین، ایاز، خاں، منکبرنی یکساں ہیں۔

ب۔ طبقات میں ملک عزالدین کبیر خان ایاز کی غیر معمولی بہادری اور جنگ آزمائی کا تذکرہ ہے ، ترجمے میں اسی کے نتیجے میں اسے صفدر ایران و توران، ابوالحارث (پدرشیر) اور حسام امیرالمومنین (یعنی امیرالمومنین کی تلوار) کہا گیا ہے۔

ج۔ ملک مذکور اچہ، ملتان اور سندھ کا حاکم اور پھر خود مختار فرمانروا اور حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی (۵۷۸ - ۶۶۱ھ) کا معاصر تھا، ترجمہ عوارف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

د ۔ تاج الدین کا لقب "قسیم امیرالمومنین" رہا ہے۔

ہ ۔ طبقات میں اس کے بیٹے کا نام ابوبکر ہے جس نے سندھ کے پورے صوبے پر اپنا تصرف قائم کیا تھا، وہ بھی حضرت شیخ کا معاصر تھا۔

و ۔ طبقات سے باپ اور بیٹے دونوں کا خود مختار بادشاہ ہونا ثابت ہوتا ہے اگرچہ باپ کی خود مختاری کی مدت بہت ہی قلیل

ہے، ترجمے میں بیٹے یعنی تاج الدین ابوبکر کو صراحۃً بادشاہ اعظم، ملک معظم، خسرو گیہان، قسیم امیرالمومنین کہا گیا ہے، لیکن باپ کے لئے واضحاً کوئی ایسا لقب نہیں جس سے اس کی براہ راست بادشاہی پر دلالت ہو، ممکن ہے اس کی قلیل مدت حکومت کسی صریحی بیان میں مانع ہوئی ہو۔

۲- ترجمے میں کبیر خاں کے لیے انار اللہ برھانہ کا دعائیہ فقرہ ملتا ہے، اس سے واضح ہے کہ وہ فوت ہو چکا ہے، طبقات ناصری سے ظاہر ہے کہ اس کی وفات پر اس کا بیٹا تاج الدین ابوبکر اس کا جانشین ہوا تھا، کبیر خاں کی وفات ۶۳۹ھ میں ہوئی اور تاج الدین کی ۶۴۲ھ سے کچھ قبل، اس بنا پر ترجمے کی تاریخ ۶۴۰ھ اور ۶۴۲ھ کے درمیان قرار پاتی ہے۔

۳- ترجمہ اچہ میں ہوا، یہ خطہ تاج الدین ابوبکر کی حکومت میں شامل تھا، اس کے حکم سے قاسم داود نے یہ کام شروع کیا اور کام شروع کرنے کے قبل اس نے حضرت بہاءالدین زکریا سے بھی اجازت حاصل کرلی تھی، طبقات کی تفصیلات سے واضح ہے کہ تاج الدین ابوبکر بادشاہ اچہ ملتان و سندھ شیخ مذکور کا معاصر ہے، پس جو ترجمہ ان دونوں حضرات کی ایما پر ہوا وہ اچہ میں ہوا ہوگا، ترجمہ عوارف المعارف کے نسخے میں "چر" اچہ کی تصحیف ہے۔ یہ ترجمہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی وفات (۶۳۲ھ) کے دس سال کے اندر ہوگیا، اس سے عوارف المعارف کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اور چونکہ شیخ بہاءالدین زکریا-۱

۱- وہ مشایخ صوفیہ میں ہیں، اور حضرت شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ، ملتان میں ۵۷۸ھ میں پیدا ہوے حصول علم کے لیے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

خود شیخ شہاب الدین کے خلیفہ تھے اور ان کی خانقاہ میں عرصے تک رہ چکے تھے، اس لیے اگر اس کا ترجمہ ان کی اجازت سے اچہ کے خطیب نے کیا تو اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔

ترجمہ عوارف المعارف سندھ و ملتان کی تمدنی و سیاسی تاریخ میں اس لحاظ سے ایک اہم مأخذ کا کام کرتا ہے کہ اس سے سلطان تاج الدین ابوبکر کی خودمختار سلطنت کا براہ راست ثبوت فراہم ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کو تصوف اور عرفان میں کافی دلچسپی تھی؛ اور اسی کی توجہ کا نتیجہ عوارف المعارف کا فارسی ترجمہ ہے جو عوارف المعارف کے فارسی ترجموں میں سب سے قدیم -۱ ہے، تصوف و عرفان اور فارسی ادب کی تاریخ میں یہ واقعہ

(صفحہ ۱۲ کا بقیہ حاشیہ)

خراسان، بخارا اور مدینہ منورہ کا سفر کیا، حج سے واپسی پر بغداد میں شیخ سہروردی کی خدمت میں رہے اور ان کے مرید ہوگئے، ان کے حکم سے ملتان میں خانقاہ بنائی اور ہندوستان میں سہروردیہ سلسلے کی بنیاد ڈالی۔ ہندوستان کے علاوہ ہرات، بخارا، ہمدان میں بھی ان کے مرید پائے جاتے تھے، فخرالدین عراقی، امیر حسین ہروی ان کے مریدوں میں تھے۔ وفات کی تاریخ ۶۶۱ھ ہے۔

۱- مشہور ایرانی محقق آقاے جلال ہمائی کا خیال ہے کہ عزالدین کاشانی (م: ۷۳۵ھ) کے ترجمۂ عوارف بنام مصباح الہدایہ سے قبل کتاب عوارف المعارف فارسی میں منتقل نہیں ہوئی تھی (مقدمہ مصباح الہدایہ ص ۳۹) مگر یہ خیال درست نہیں۔ راقم حروف مصباح

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

نہایت قابل توجہ ہے، سیاسی اعتبار سے یہ کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں اس لیے کہ ایک حکمراں جس کو سیاسی تاریخیں فراموش کر چکی ہیں ایک تصوف کی کتاب کے وسیلے سے زندۂ جاوید ہوگیا۔

قاسم داود کے ترجمے کے دو نسخے دستیاب ہوچکے ہیں، ایک نسخہ کتابخانۂ آصفیہ حیدرآباد میں ہے جو اب اسٹیٹ لائبریری کہلاتی ہے۔ اس کا مختصر سا تعارف سخاوت مرزا نے مجلہ فکر و نظر، مسلم

(صفحہ ۱۳ کا بقیہ حاشیہ)

الہدایہ سے قبل کے حسب ذیل ترجموں پر مضامین لکھے ہیں۔ (۱) ترجمۂ عوارف بقلم قاسم داود خطیب آچہ (۹۳۹ھ کے قریب) مجلۂ فکر و نظر علی گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء، انڈو ایرانیکا کلکتہ دسمبر ۱۹۷۴ء، (۲) ترجمۂ عوارف بقلم اسماعیل بن عبدالرحمن بن ابی منصور اصفہانی (۶۵۰ھ)، مجلہ بیاض دھلی، ۱۹۸۲ (۳) ترجمۂ عوارف بقلم ظہیرالدین عبدالرحمن بزغش شیرازی (م: ۷۱۸) انڈو ایرانیکا، کلکتہ دسمبر ۱۹۷۴ء (نیز رک: نذر عبدالحمید (بیاض تاج الدین وزیر) ص ۱۶۱- ظہیرالدین عبدالرحمن کے پوتے صدرالدین جنید نے عوارف المعارف کے ترجمے پر ایک ذیل لکھا جس کا تعارف راقم نے انڈو ایرانیکا والے مقالے میں کرادیا ہے، اور دوبارہ نذر عبدالحمید ص ۱۱۷ پر اس کو متعارف کرایا ہے، جنید کی وفات ۷۹۱ھ میں ہوئی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ذیل مصباح الہدایہ کے بعد تیار ہوا، ان مترجمین میں شیخ عبدالرحمن بزغش، عزالدین کاشانی صاحب مصباح الہدایہ اور بزغش کے پوتے صدرالدین جنید زیادہ مشہور ہیں، قاسم داود اور اسماعیل بن عبدالرحمان اصفہانی اتنے مشہور نہیں، البتہ آخر الذکر کا ترجمہ ۱۳۶۴/۱۹۸۵ میں تہران سے قاسم انصاری کی ترتیب و تصحیح سے شایع ہوگیا ہے۔

یونیورسٹی علی گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء میں کیا تھا، مگر سلطان تاج الدین ابوبکر کی شخصیت کے تعین میں ناکام رہے، راقم حروف نے مجلہ مذکور کے اسی شمارے میں سلطان مذکور اور اس کے باپ کبیرخان کا تفصیلی تعارف کرایا اور اس طرح ترجمے کے زمانے کا قطعی تعین بھی ہوگیا، آصفیہ کا نسخہ ناقص الاول ہے۔ اس کے کچھ دنوں بعد راقم حروف کو ایک دوسرے مکمل نسخے کا سراغ ملا جو جناب میکش اکبرآبادی کی ملک میں تھا اور اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتابخانے میں موجود ہے، اس ترجمے پر راقم حروف نے ایک تفصیلی مضمون انگریزی میں مجلہ انڈوایرانیکا دسمبر ۱۹۷۲ء میں شائع کیا تھا، (ص ۲۰-۵۰)، یہ مخطوطہ نہایت اہم ہے، اس لیے کہ اس کی کتابت ۷۵۸ ہجری کی ہے، اور بظن غالب ہندوستان ہی میں اس کی کتابت ہوئی، دو جلدوں میں پہلی جلد ۱۷۴ اوراق پر اور دوسری ۱۵۸ اوراق پر مشتمل ہے، خط نسخ ہے اور کاتب کا نام ج اول کے آخر میں اس طرح درج ہے:

تم المجلد الاول من عوارف المعارف فی یوم السبت بوقت الضحی بخط العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللہ العلام دلشاد اقبال قوام فی التاسع من ربیع الاخر۔

جلد دوم کے آخر میں کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونوں درج ہیں:

تم الکتاب من الانتاخ بخط العبد الضعیف النحیف الراجی الی رحمۃ اللہ العلام المدعو دلشاد بن اقبال قوام بوقت الظہرفی یوم الخمیس السابع والعشرین من جمادی الاول سنہ ثمان و خمسین و سبعمائۃ۔

اس نسخے کی اہمیت کئی لحاظ سے ہے:

۱۔ فارسی کے قدیم مخطوطات میں اس کا شمار ہوگا۔

۲- ہندوستان میں کتابت کیے ہوئے قدیم نسخے بہت کم ملتے ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری کے وسط کے اس قدیم نسخے کی بڑی اہمیت ہے، اس سے ہندوستانی طرز املا کی نوعیت کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں راقم نے اپنے مقالے میں مفصل بحث کی ہے۔

مختصر یہ کہ قاسم داود کا ترجمہ عوارف المعارف سب سے قدیم ترجمہ ہے، دوسری طرف اس کا زیر نظر مخطوطہ ہندوستان کے فارسی مخطوطات میں شاید سب سے قدیم ہو۔

ترجمۂ عوارف سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ اس وقت عربی زبان کی طرف توجہ کم ہو رہی تھی، فارسی کا زور زیادہ ہو رہا تھا، اسی بنا پر ضرورت محسوس ہوئی کہ عربی زبان کی اہم تصانیف فارسی میں منتقل کی جائیں: اس لحاظ سے ہندوستانی فارسی ادب میں ساتویں صدی ہجری بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اسی زمانے میں چچ نامہ-۱، ترجمۂ احیاء العلوم-۲، ترجمۂ صیدنہ، -۳ ترجمۂ

۱- مترجم علی کوفی، یہ ترجمہ دوبار چھپ چکا ہے، پہلے داود پوتہ نے ۱۹۳۲ء میں حیدرآباد (ہند) سے شائع کیا اور پھر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے ۱۹۸۳ء میں اسلام آباد سے۔

۲- اس ترجمے کے کچھ حصے حسین خدیو جم کی کوشش سے بنیاد فرہنگ تہران کی جانب سے شائع ہوئے ہیں، پہلا حصہ ۱۳۵۱ شمسی میں چھپا، مگر مترجم کا نام بجای مجدالدین ابوالمعالی موید بن محمد جاجرمی، مویدالدین خوارزمی لکھا ہے، راقم کے توجہ دلانے کے باوجود یہ غلطی جوں کی توں باقی رہی۔

۳- صیدنہ البیرونی کی تالیف ہے، ابوبکر کاشانی نے سلطان شمس الدین التتمش کے زمانے میں اسکو فارسی کا جامہ پہنایا، عربی صیدنہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

الفرح بعد الشدہ ۔۱، ترجمۂ سر مکتوم رازی ۔۲ وجود میں آئے۔ ان کتابوں کے دیباچوں میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اب فارسی ایسی زبان ہے جس کے ذریعے علوم عام کیے جائیں گے۔ یہی عمل ایران اور دوسرے خطوں کا بھی تھا، عوارف المعارف کے جو ترجمے ایران میں ہو رہے تھے وہ بھی بدلتی ہوئی علمی ضرورت کے پیش نظر ہو رہے تھے۔

۴۔ دیوان عمید لویکی: عمید لویکی کے دیوان میں سلطان تاج الدین ابوبکر کی مدح میں جس کے نام پر خطیب آچّہ نے عوارف المعارف کا ترجمہ تیار کیا تھا، دو قصیدے پائے جاتے ہیں۔ یہ دونوں قصیدے سندھ و ملتان کی سیاسی تاریخ میں الگ مأخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دیوان عمید کا ایک خلاصہ مگر نادر نسخہ راقم الحروف کو ملا تھا جو اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتب خانے میں ہے، یہ دیوان مع عمید کے اور کلام کے جو تاریخوں اور بیاضوں سے حاصل ہوا ہے، راقم کی ترتیب وتصحیح کے بعد مجلس ترقیٔ ادب لاہور ۱۹۸۵ء میں شایع ہو چکا ہے۔

(صفحہ ۱۶ کا بقیہ حاشیہ)

مع انگریزی ترجمہ حکیم محمد سعید کے اعتناء سے کراچی سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا، اور فارسی ترجمے کا نصف اول ایرج افشار نے دکتر ستودہ کے ساتھ تہران سے ۱۳۵۲ شمسی میں شائع کیا۔

۱۔ عوفی نے قاضی محسن تنوخی کی کتاب الفرج کا فارسی میں ترجمہ کیا، (مقدمۂ میرزا محمد قزوینی برلباب الالباب ج ۱ ص کد، نیزرک انڈیا آفس کیٹلاگ ذیل شمارہ ھاے ۷۳۳، ۷۳۷، ۷۳۸)۔ یہ ترجمہ ہنوز طبع نہیں ہوا۔

۲۔ سر مکتوم علم نجوم میں امام فخر رازی کی تصنیف ہے جسکو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

عمید کا نام فضل‌اللہ تھا -۱ ، وہ سنام (پنجاب) کا رہنے والا تھا اور خانوادۂ لویک کا ایک فرد تھا - اسی لویک خاندان -۲ کا ایک فرد سبکتگین کی فتح کے موقع پر غزنی اور کابل کا حکمران تھا، لویک افغانستان کا قدیم اور معزز خاندان تھا جس کا ذکر تاریخی کتابوں کے علاوہ بغلان کے کتبے میں بھی موجود ہے ، عمید کا تعلق ایک طرف تو اسی شاہی خاندان سے تھا، دوسری طرف حضرت عمر فاروق سے اس کا رشتہ جڑا ہوا تھا ، چنانچہ حسب ذیل بیت -۳ میں عمید اپنے نسب و حسب پر فخر کرتا ہے :

نسب از عمر پذیرم حسب از تبار لویک
بکدام سلک دیدی دو گہر چنین معظم

عمید لویکی کا تعلق غلام خاندان کے دو حکمرانوں سے رہی ہے، یعنی علاءالدین مسعود -۴ (۶۳۹-۶۴۴ھ) اور ناصرالدین محمود (۶۴۴-۶۵۸ھ)، ان دونوں کی مدح میں اس کے دیوان میں قصیدے موجود ہیں، ان کے علاوہ شاعر نے متعدد امراءٔ و حکام کے نام سے قصیدے لکھے ہیں، ان میں تاج‌الدین ، نصرۃ الدین یلدز ،

(صفحہ ۱۷ کا بقیہ حاشیہ)

ایک گمنام شخص نے رکن‌الدین فیروز شاہ کے حکم سے ایلتتمش کے عہد (۶۰۷ - ۶۳۳ھ) میں فارسی کا جامہ پہنایا، (دیکھیے فہرست مخطوطات شیرانی ج ۳ ص ۴۹۰) -

۱- دیکھیے مقدمہ دیوان، ص ۳-

۲- دیکھیے رسالۂ لویکان غزنہ تالیف عبدالحی حبیبی ، کابل ۱۳۴۱ ، و تعلیقات طبقات ناصری بقلم حبیبی ج ۲ ص ۳۹۱، ۳۹۳ و تعلیقات دیوان عمید لویکی ص ۳۹۹-۴۰۴-

۳- دیوان ص ۲۰۲-

۴- دیکھیے طبقات ناصری چاپ کابل ، ج ۱ ص ۳۶۸ ببعد -

ملک قطب‌الدین حسن، نصیرالدین محمد بن بلبن، تاج‌الدین سرمد، امیرطغرل، بلکاتکین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

سلطان مسعود اور تاج‌الدین ابوبکر معاصر تھے۔ ایسا خیال ہوتا ہے کہ عمید کچھ عرصے تک ابوبکر کے دربار میں ملتان اور سندھ میں رہا ہوگا، وہیں سے وہ دھلی آیا ہوگا اور یہاں کے سلاطین سے اپنا رشتہ جوڑا ہوگا.

تاج‌الدین ابوبکر جس‌کا ذکر دیوان عمید میں ملتا ہے وہ وہی ہے جس کے حکم سے قاسم داود نے اچہ میں عوارف کو فارسی کا جامہ پہنایا تھا، دونوں کے ایک ہونے کا ثبوت نام کی یکسانی کے ساتھ دونوں کا ہمزبان ہونا ہے۔ قصیدے کی طرح ترجمہ اور طبقات میں وہ بڑا دلیر اور رزم آرا بتایا گیا ہے، اس بنا پر دونوں کے ایک ہونے میں شبہ نہیں رہ جاتا۔

عمید کی نسبت سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ تاج‌الدین ابوبکر شعرآ اور ادبأ کا قدردان تھا، لیکن سوائے اس شاعر کے کسی اور کا نام اس کے وابستگان میں نہیں ملتا۔

ذیل میں دونوں قصیدوں کے منتخب اشعار نقل کیے جاتے ہیں، پہلا قصیدہ مناظرہ (بنگ و بادہ) میں ہے، اس طرح کی نظم کا سب سے بڑا نمایندہ شاعر اسدی طوسی۔ ۱ ہے۔

دی۔ ۲ درمیان بادۂ صافی مزاج و بنگ
در مصعد دماغ من افتاد شور و جنگ

۱- وفات ۴۶۵ھ، صاحب گرشاسب نامہ و لغت فرس و مناظرات (قصایدی در مناظرات بین شب و روز، مغ و مسلمان) وغیرہ۔

۲- یہ قصیدہ عرفات عاشقین، خلاصۃ الاشعار، مجموعۂ لطایف و سفینۂ ظرایف (برٹش میوزیم) و مجمع الفصحاص ۸۹۳ منقول ہے، اگرچہ میرے مسودے میں یہ قصیدہ شامل ہے لیکن نہ جانے کیوں مطبوعہ دیوان میں شامل ہونے سے رہ گیا۔

بکشادمی زبان که منم دختر عنب
صافی تن و نشاط فزای و عقیق رنگ
تا من سر از دریچهٔ خم بر نمی کنم
نائی است سر گفته و خشک است رود وچنگ
گر در دهان رنگ زمن قطرهٔ چکد
بر روی شرزه رنگ تفاوت کند ز رنگ
ور موشکی ضعیف زمن جرعهٔ چشد
نشگفت اگر ز پنجه خراشد رخ پلنگ
خاصیت من این و تو ای بنگ خشک مغز
ذکر خواص خویش بمن گوی بی درنگ
بنگ سبک سر از سر وحشت زبان کشاد
کای نزد فکرت تو یکی شکّر و شرنگ
من صوفیم ز خانقه کیمیای عقل
بر دامنم زنند حکیمان بطمع چنگ
از تو یکی پیاله و صد محنت خمار
از من طلب علاج دل ناتوان و تنگ
لاتقربوا الصلوة بر اوراق تست نقش
ام الخبائث است بسر آینهٔ تو زنگ
می گفت منکر آنکه تو منصوص نیستی
نام تو بر صحیفه نیامد ز بهر ننگ
من لعل با طراوت و تو سبز بی نمک
نامم شراب صافی و نام تو خشک بنگ
بنگش بخنده گفت چه لافیم بکد گر
در دارِ ضربِ شرع نداریم هر دو سنگ

می گفت این بساط مقالات بگستریم
در مجلس سپهر کشی مشهور روم و زنگ
فرزانه تاج دولت بوبکر بن ایاز
آنکو دو قلب بر درد از زخم یک خدنگ
ای پهلوی که زیر طناب سرا وقت
گردون همی خمیده رود بر مثال گنگ
از گرز تست زلزله اندر بلاد روم
وز تیغ تست صاعقه در عرصهٔ فرنگ
بخت ست پاسبان همای جلالتش
از شام تا بصبح بیک پای چون کلنگ
در وصف لعل و سبز بمدحت عمید کرد
رخسار حاسد تو همه زرد چون زرنگ
نقلت همیشه باد همه سیب را مگی
بادا غذای خصم تو نقل خزان عنگ

دوسرا قصیده -۱ اس طرح شروع هوتا هے:

دارم جفائی نوبنو زین چرخ ناخوش منظری
کوری کبودی کجروی عاقل کشی دون پروری
هرچرخ کین هفت‌اختراست هرهفت ناکس پروراست
هر روز نوعی دیگراست برجان من هر اختری
رخت امیدم برده شد جانم زرنج آرزده شد
شاخ طرب پژمرده شد بی آب چون نیلو فری
بودم درین تیمار و غم پروردهٔ رنج و ستم
کز در درآمد صبحدم شمشاد قدمه پیکری

۱- دیوان ص ۲۶۳ بعبد

باروی مانند گلی بالعل همرنگ مُلّی
باطرّه چون سنبلی باقامتی چون عرعری

عمید لویکی کا ایک قصیدہ اس وقت نظم ہوا تھا جب منکوتہ منگول حصار اچہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، یہ واقعہ ۶۴۳ھ کا ہے، اس وقت بظن قوی سلطان تاج الدین ابوبکر-۱ فوت ہوچکا ہے، قصیدے کا ممدوح سلطان علاءالدین مسعود پسر رکن الدین فیروز شاہ ہے۔ یہ قصیدہ صرف تاریخ محمدی بہار خانی میں نقل ہے، اور اس تاریخ کا محض ایک ہی نسخہ ہے جو برٹش موزیم ذیل شمارہ Or 137 محفوظ ہے، قصیدہ طولانی تھا جس میں سے صرف ۹ بیت تاریخ محمدی میں نقل ہیں، چند شعر-۲ ملاحظہ ہوں:

منت ایزد را کہ شاہ ہفت کشور می رسد
رایت اعلاش منصور و مظفّر می رسد
ظلّ حق سلطان علاءالدین و دنیا کز علو
پایۂ قدرش ہریں نہ طاق اخضر می رسد
پادشاہ بحر و بر مسعود شاہ تاج بخش
آنکہ شاہان بندہ و کریش چاکر می رسد
شہر یاری کافتابش طاسک پرچم سزد
برسر اعلام او میزان دو پیکر می رسد

۱- تاج الدین ابوبکر بن ایاز کی دلی سلطنت سے علیحدگی اور اس کی جدا فرمانروائی کا ثبوت ترجمہ عوارف اور دیوان عمید لویکی سے ثابت ہے، ۶۴۳ھ میں دلی سلطنت اچہ کی حفاظت کرتی ہے، اس سے تاج الدین کی حکومت کے خاتمے پر استدلال ہوتا ہے۔

۲- نسخہ برطانیہ ورق ۳۵۴ الف-ب، دیوان عمید ص ۱۰۲-۱۰۹-

تشنگان سہم کافر را غبار موکبش
شربتی گفتی کہ از تسنیم و کوثر می رسد
یا رب آن ساعت کہ درگوش ملاعین او فتاد
این ندا ناگہ کہ شاہ ہفت کشور می رسد
ز ان طرب درحصن اچ شد در درون پیک صبا
"ابشروا" - ۱ گویان کہ امداد موقر می رسد
منہزم رفتہ ملاعین - ۲ ناچشیدہ زخم تیغ
زخم تیغ شاہ کی بر ہر سگ تر می رسد
مشتری آنگہ دین فتح از سر نیک اختری
سورۂ "انا فتحنا" خوان برین در می رسد
تا نوای نامۂ فتحش سراید چون خطیب
مرغ فردوسی برین فیروزہ منبر می رسد
گل عمید آسا ثنایت صبحگاہان گفت ازانک
در چمن باحلہ و با کام پر زر می رسد
خسروا این نظم شیرینم عروس چابک است
کز شبستان ہنر بازیب و با فر می رسد
ہدیۂ رویش موبد خواہم از انعام شاہ
کان اولاد رہی تا روز محشر می رسد

اس قصیدے سے معلوم ہوا کہ منکوتہ کے حملے کے روکنے کے لیے سلطان علاءالدین مسعود خود بنفس نفیس اچ گیا تھا، اور جیسے ہی منکوتہ کو سلطان کے آنے کی خبر ملی وہ محاصرہ اٹھا کر بھاگ

۱- بدر چاچ: جبرئیل از طاق گردوں ابشروا گویان رسید (دیوان ص ۱۵)۔
۲- اس سے واضح ہے کہ بغیر جنگ کفار بھاگ گئے تھے۔

نکلا ۔ طبقات ناصری میں اس محاصرے کی ضروری تفصیل ۔۱ کئی جگہ درج ہے، اس سے معلوم ہے کہ الغ خاں کی معیت میں ایک بڑا لشکر حصار اچہ کی حفاظت اور منگول فوج سے نبرد آزمائی کے لیے روانہ ہوا ۔ دریاے بیاس پار کرکے شاہی لشکر راوی کے کنارے پہنچا اور لاہور میں خیمہ‌زن ہوا۔ ابھی اچہ پہنچا ہی نہ تھا کہ ۲۵ شعبان-۲ ۶۴۳ھ کو خبر آئی کہ منگول فوج نے حصار اچہ کا محاصرہ اٹھالیا ہے اور محاصرہ اٹھانے کا سبب یہ بتایا گیا کہ دریاے سند (بیاہ) پر پہنچکر اچہ قاصد پیغام لے کر بھیجے گئے کہ "رایات اعلی" بڑی کثیر فوج کے ساتھ اچہ پہنچنا چاہتی ہے ۔ اس خبر سے اہل قلعہ بہت خوش ہونے اور شادیانے بجنے لگے ۔ منکوتہ کو مکتوبات کی اطلاع ہو ہی چکی تھی، شادیانے کی آواز سے منگولوں کی ہمت پسپا ہوگئی اور وہ محاصرہ اٹھا کر بھاگ نکلے ۔ طبقات ناصری سے واضح ہے کہ ساری فوج الغ خاں کی سرکردگی میں تھی، اور خود سلطان لشکر کے ہمراہ تھا، عمید لویکی کے قصیدے سے بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکہ آرائی میں سلطان مسعود شامل تھا ۔ قصیدے کے اشعار اور طبقات کے بیان سے مترشح ہے کہ آویزش کی ضرورت نہیں ہوئی، قلعے کے اندر خوشی کے طبل بجنے کی وجہ

۱- رک ص ۱۷۴، ج ۱: و در ماہ رجب (۶۴۳ھ) از طرف بالاخر لشکر کفار مغل رسید کہ بطرف اچہ آمدہ اند، سر آنجماعت منکوتہ لعین بود ۔ سلطان علاءالدین برعزیمت دفع کفار لشکرہای اسلام از اطراف جمع کرد و چون بکنار آب بیاہ رسید کفار از پای اچہ برخاستند و آن فتح برآمد، نیز دیکھیے ج ۲ ص ۵۴-۵۶ جہاں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے، مزید دیکھیے ج ۲ ص ۳۷، ۱۷۱-

۲- ایضاً ج ۲ ص ۵۴-

سے محاصرین کے حوصلے پست ہوگئے۔ طبقات اور قصیدہ دونوں میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ عمید لویکی کا یہ قصیدہ سیاسی لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے دو اہم وجوہ ہیں، اول یہ کہ اس سے طبقات ناصری میں منقول مہم کی پوری تصدیق ہوگئی، دوم یہ کہ اس سے واضحاً معلوم ہوگیا کہ خود سلطان علاءالدین مسعود اس مہم میں شریک تھا۔ یہ واقعہ واضح طور پر طبقات میں بھی موجود ہے۔ اس طرح اس سے طبقات کے بیان کی توثیق ہوگئی۔

۳۔ مکتوب غازان خاں بنام رکن‌الدین ملتانی

ایلخانی سلطان غازان خاں (۶۹۴-۷۰۳ھ) نے مشہور صوفی بزرگ شیخ رکن الدین ملتانی (وفات ۷۳۶ھ) شیخ بہاالدین زکریا ملتانی (۶۶۱ھ) کے پوتے کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جس کے مطالب بڑی اہمیت کے حامل ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ غازان خاں مسلمان ہوگیا۔ وہ مذہب کا نہایت پابند ہے۔ اس کے عقاید وہی ہیں جو حضور صلعم، صحابہؓ کرام اور ائمہ عظام سے مروی ہیں۔

۲۔ اس نے غیر مسلموں سے جہاد کیا، ان کے معابد کو ویران کیا اور ہزاروں کی تعداد میں تہ تیغ کر ڈالا، بعضوں نے خود اپنی مرضی سے اسلام قبول کرلیا اور اکثر نے خان کے خوف سے دین مبین اختیار کرلیا۔

۳۔ غازان خاں نے اپنے دشمنوں اور حاسدوں سے ملک کو صاف کرلیا ہے، اور اب اس کے قبضۂ اقتدار میں وہ سارا خطہ آگیا ہے جو اس کے اجداد کے قبضے میں تھا۔

۴۔ فتوحات کے بعد اس نے ایک عادلانہ حکومت کی بنیاد رکھی ہے۔

۵۔ اس کے نزدیک دین اور سیاست ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ اقبال کا مصرع کیا حسب حال ہے، جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

۶۔ اس کی شاندار کامیابی ہر خطے کے عرفأ و مشائخ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، وہ ہمیشہ سے انکی دعاؤں کا متمنی رہا ہے۔

۷۔ اس کو مشرق و مغرب کے علماء و مشائخ کی دعائیں برابر ملتی رہی ہیں۔

۸۔ شیخ رکن الدین کے اس خط کا ذکر ہے جس کے جواب میں زیر نظر مکتوب لکھا گیا۔ شیخ مذکور مشائخ کی اولاد و احفاد میں ہیں، شیخ کا خط "میرے بھائی حسین" کی معرفت دستیاب ہوا تھا، اسمیں امور سلطنت سے متعلق نصائح تھے اور پورا خط مخلصانہ جذبات سے پر تھا۔

۹۔ خط کے ساتھ شیخ نے خرقہ بھی بھیجا تھا جس کو غازان خان نے شاہی لباس کا جزو بنا لیا۔

۱۰۔ بادشاہ نے ایک خواب کی تعبیر چاہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اسکی جدید کامیابی اسی خواب کی برکت کا نتیجہ ہے۔

۱۱۔ شیخ سے استدعا ہے کہ وہ غازان خان کی فتوحات سے ہندوستان کے حکمرانوں کو باخبر کریں۔ انھیں اس کی فوجی قوت سے بھی باخبر کرتے رہیں۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ سارے اسلامی ممالک میں دین کی تبلیغ ہو، اور اسلامی اصول کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

۱۲۔ ہندوستانی حکمرانوں کو غازان خان کی فتوحات سے خوش ہوناچاہیے، اسکی فتوحات سےانکے بھی حصول مقاصد میں مدد ملےگی۔

۳۱- عالم اسلام کے تمام حکمرانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرانے کی شدید ضرورت ہے۔ اس لیے کہ سارے مسلمان بمنزلہ ایک ہاتھ کے ہیں۔ ان کو متحد ہو کر غازان خاں کی مدد کرنا چاہیے تاکہ کفر و بے دینی کا نام و نشان مٹ جائے۔

ہمارے موجودہ نقطۂ نظر سے یہ خط بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ سندھ اور ملتان کے اطراف میں سلسلۂ سہروردی کا کافی اثر تھا۔ اور ضیاء برنی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا علاقہ شیخ رکن الدین کے زیر اثر تھا:

> درہم عہد علائی (۶۹۵ — ۷۱۵) شیخ رکن الدین داد طریقت می داد سجادۂ پدر و جد را منور می داشت و تمامی اہالیان دیار سند از ملتان واچہ و فرود تر با آستان متبرک شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ تشبث و تعلق نمودہ بودند و چندین علماً از شہر و دیار ہند مریدان خدمت او شدہ و درکشف و کرامت شیخ کسی را شبہی و شکی نماندہ بود (تاریخ فیروز شاہی)۔

یہ تو اندرونی اثر کا حال تھا۔ بیرون ملک میں انہوں نے جو حلقۂ اثر قائم کیا تھا، اس کا ثبوت غازان خاں کے مکتوب سے بخوبی فراہم ہوتا ہے، اسی بنا پر سندھ اور ملتان کے تاریخی و تمدنی مطالعے میں یہ مکتوب ایک اہم مأخذ کا کام کرتا ہے۔ یہ مکتوب اورینٹل کالج میگزین سید عبداللہ نمبر میں راقم نے چھاپ دیا ہے۔

۴- قصیدہ بدیع الدین ترکو سیستانی:

بدیع الدین سیستانی چھٹی ساتویں صدی کا قابل توجہ شاعر تھا۔ جسکا تذکرہ عوفی نے لباب الالباب میں کیا ہے۔ اس کے دیوان کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں، البتہ اسکا کچھ کلام تذکروں میں منقول ہے، خصوصیت سے ضمیمہ خلاصۃ الاشعار جسکا واحد نسخہ بانکی پور

پٹنہ کے کتابخانے میں موجود ہے، بعض اہم منظومات کا حامل ہے۔ ان میں تین قصیدے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ایک تاج الدین ابوالمکارم بادشاہ مکران، دوسرا عمادالدین تگین اور تیسرا یمین الدولہ بہرام شاہ والی سیستان (م: ۶۱۸ھ) کے نام میں تاج الدین ابوالمکارم ۔۱ مکران کا فرماں روا تھا جس کو تاریخوں نے فراموش کردیا ہے ؛ اس کا واحد ماخذ دیوان سراجی ہے، جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ سراجی کے دیوان کے علاوہ بدیعی سیستانی کا قصیدہ بھی تاج الدین کی زندگی کا دوسرا ماخذ ہے چونکہ خود بدیعی اس کے دربار میں تھا، اس لیے اس کے بیان کو اہمیت حاصل ہے۔ اس کے قصیدے کے چند شعر ۲۔ یہ ہیں :

صبحدم از خواب مستی چون درآمد آن پری
آن جہان جانفزا آن کمال دلبری
داور دوران کہ دور عدل اوگر خواستی
بر گرفتی از میان آخشیجان داوری
ظل حق شہ تاج دین آن کز کمال عزو قدر
آسمانش کرد تختی آفتابش افسری
پیش یاجوج حوادث در دیار مملکت
حزم خضر الہام او سدّی بود اسکندری

۱۔ طبقات میں اس کا نام غیاث الدین محمد سام کے ملوک میں ملتا ہے، ج ا ص ۳۶۸، وہ سلطان خسرو کا بیٹا تھا، اس کے بھائی کا نام نصرت الدین ابوالخطاب تھا، دیکھیے مقدمہ دیوان سراجی تصحیح راقم الحروف، طبع علی گڑھ ۱۹۷۲ء۔

۲۔ خلاصۃ الاشعار ورق ۳۳۴-۳۳۵، یہ طویل قصیدہ ۹۰ شعر پر مشتمل ہے، اس کے دو شعر عرفات عاشقین نسخۂ بانکی پور میں نقل ہیں۔

ای شہنشاهی کہ اندر چار دیوار جہان
هفت کشور صیت تست ارچہ تو دریک کشوری
خطہ مکران چہ باشده زانکہ هم نازل بود
در ادای همت تو ملک سلطان سنجری
بود عالم بحر و ذات شاه خسرو چون صدف
گوهری آمد وجودت آن صدف را گوهری
قرب شش سالست بیش وکم کہ ناگہ میزند
زهره طبعم نوا از مدحتت بی مزهری
نقد عقد این جواهر را بعالم بعد تو
نیست بالله بہتر از مداح خاصت جوهری
زبده آل رسول الله سراج دین کہ هست
در دریای طہارت شمع جمع مہتری

ان اشعار سے حسب ذیل امور کی وضاحت هوتی ھے :

۱۔ نظم کا مخاطب تاج الدین ابوالمکارم تھا۔

۲۔ وہ مکران کا حکمران تھا۔

۳۔ اس کا باپ خسرو تھا اور وہ بھی شاہ تھا۔

۴۔ یاجوج حوادثہ سے حملہ غز مراد ھے ، اس کا ذکر سراجی کے یہاں موجود ھے۔

۵۔ سلطان مکران ظل اللہ کہلاتا تھا۔

۶۔ بدیع الدین سیستانی چھے سال سے مکران میں مقیم تھا، اسی درمیان سراجی بھی جو نہایت متقی و پرہیزگار سید تھا، اسی سلطان کے دربار سے وابستہ تھا۔

ان امور سے ظاھر ھے کہ سلطان تاج الدین مکرانی کے سلسلے میں یہ نظم بڑی اھمیت کی حامل ھے۔

۵- دیوان سراجی خراسانی :

دیوان سراجی کے دو قلمی نسخے-۱ مکشوف ہوئے، ان دونوں کی مدد سے راقم نے سراجی کے دیوان کا ایک انتقادی متن مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا ہے، یہ دیوان مکران کی سیاسی و تمدنی تاریخ کا نہایت قابل توجہ ماخذ ہے، اس کی اہمیت حسب ذیل امور کی بنا پر ہے :

۱- اواخر چھٹی اور اوائل ساتویں صدی ہجری کی مکران کی سیاسی تاریخ کا تنہا ماخذ یہی دیوان ہے۔ اسی کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں مکران میں ایک آزاد خاندان حکمران تھا جس کا یہ شجرہ تیار ہوتا ہے۔

سلطان حسن -۲

سلطان خسرو -۳

سلطان تاج الدین ابوالمکارم -۴ | سلطان نصرت الدین ابوالخطاب -۵ | سیف الدین فرامرز (فوت درزمان پدر)-۶

(فرزندانِ تاج الدین:) قطب الدین سلطان شاہ | افتخار الدین قیصر شاہ | خسرو شاہ | (نام نامعلوم)

(فرزندِ قطب الدین:) شاہزادہ (نام معلوم نہیں)

(فرزندانِ نصرت الدین:) ناصرالدین محمد | معزالدین سنجر شہ

۱- ایک استاد نفیسی (تہران) کے شخصی کتابخانے میں، دوسرا مسلم یونیورسٹی لائبریری (ذخیرۂ حبیب گنج) میں جس کے بارے میں غلط فہمی تھی۔

۲- تاج الدین ابو المکارم کے ضمن میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں :

(بقیہ حاشیہ اور دیگر حواشی ۳ تا ۶ اگلے صفحے پر)

دوسرے مکرانی امراؑ و وزراؑ یہ ھیں:-

- جمال‌الدین محمد ابو حاتم وزیر نصرت‌الدین۔
- سابق‌الدین سعدان بن محمد وزیر نصرت‌الدین ۔

(صفحہ ۳۰ کا بقیہ حاشیہ اور دیگر حواشی)

شہریار دھر پور خسرو ابن الحسن
بو المکارم آنکہ ھست اندر کرم فخر کرام
دولت خسرو و حسن بر تو بماند جاودان

۳- رک: ابو المکارم پور خسرو آنکہ ھنگام جدل
نام او از داستان پور دستان بگذرد (دیوان ۸۳)
ابو المکارم پور خسرو آفتاب شرق و غرب
آنکہ اورا اھل شرق و غرب مہمان می کند (ص/۱۰)
خسرو مکران ابو الخطاب خسرو کافتاب
در دل کا نہا بنا بنامش سکہ در دینار بست (ص ۳۱)
شاہ دریا دل ابو الخطاب خسرو کو بہ شیغ
برسر یاجوج فتنہ سد اسکندر کند (ص ۱۰۶)

۴- سلطان تاج‌الدین کی مدح میں دیوان میں ۲۱ منظومات ھیں۔

۵- اس کی مدح میں گیارہ قصیدے اور ایک مسمط ھے۔ یہ دونوں بھائی ایک ھی وقت میں مکران میں حکمران تھے ۔

یہ چند شعر ملاحظہ ھوں :

پشت شاھان از برادر با فلک پہلو زند
اوشہ مکران برادر شہریار کشورش
آفتاب خسروان شہ تاج‌دین کاندر علو
سجدہ آرد آسمان و قبلہ سازد اخترش

(بقیہ حاشیہ اور صفحہ ۳۰ کا حاشیہ ۶ اگلے صفحے پر)

- وحیدالدین فرح وزیر نصرت‌الدین -
- مہر نورالدین عمر امیر دربار نصرت‌الدین -
- شمس‌الدین اتابک بن ابراهیم وزیر تاج‌الدین و نصرت‌الدین -
- حسام‌الدین امیر دربار تاج‌الدین -
- نجم‌الدین صدر وزیر تاج‌الدین -
- جمال‌الدین فرامرز امیر دربار ناصرالدین -
- ضیاءالدین محمود بن ابی بکر وزیر مکران -
- خطیرالدین محمد وزیر مکران -
- نصرت‌الدین خورشید امیر مکران -

۲- دیوان سراجی سے تاریخ ایران کے ایک اہم واقعے پر روشنی پڑتی ہے- اور وہ ہے غزوں کی شکست جو انہیں دو مکرانی

(صفحہ ۳۱ کا بقیہ حاشیہ اور صفحہ ۳۰ سے متعلق حاشیہ ٦)

ابوالمکارم پور خسرو تاج شاهان کز شرف
جز سپہر و تاج او چیزی ندانم از برش
تا جہان باشد بکام این دوشہ باشد جہان
تاج‌دین برتخت ملک و شاہ نصرت همبرش
(ص۱۹٦-۱۹۷) نیز دیکھیے ص ۳۵٦

٦- اس کے لیے سراجی نے ایک مرثیہ لکھا جو اس طرح ہوتا ہے:

تاب محنت بیں کہ در گردون گردان آمدست
آب حسرت بین کہ اندر چشم دوران آمدست

نصرت‌الدین ابو الخطاب کے نام ایک قصیدہ ٦۰۹ھ میں نظم ہوا، جس کے مطلعے میں تاریخ ہے:

ماہ فروردین درآمد روز نوروز قدیم
سال هجرت خے و طے بر حکم احکام حکیم (دیوان‌ص۲۲۷)

خ اورط کے اعداد کا مجموعہ ٦۰۹ ہوتا ہے-

سلاطین تاج‌الدین ابوالمکارم اور نصرت‌الدین ابوالخطاب کے ہاتھوں کھانی پڑی، دراصل غز ایک زرد پوست بادیہ نشین قوم تھی۔ محمود غزنوی نے ان کے جیحوں سے نیچے آنے کی اجازت دے دی، پھر وہ خراسان کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ بہادر اور تیرانداز تھے، بعد میں غزنوی سلاطین نے ان کی طاقت توڑنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ ان کی قوت رفتہ رفتہ اتنی بڑھی کہ سلطان سنجر کے لشکر جرار کو ان کے ہاتھوں شکست ہوئی اور خود سلطان سنجر ۴ سال تک ان کی قید میں رہا۔ اسکے بعد تو انہوں نے خراسان میں جس بربریت کا مظاہرہ کیا تاریخ میں سوائے حملہٗ تاتار کے دوسری مثال نہیں۔ ان کا ایک دستہ بلخ میں سکونت پذیر ہوا۔ اور وہ مسلمان بھی ہوگیا۔ ان کا ایک سردار ملک دینار تھا۔ اس نے بلخ کے اطراف میں بڑی قوت و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ لیکن آخر میں سلطان شاہ بن ایل ارسلان نے اس کو شکست دی، اور وہ بھاگ کر بسطام میں طغان شاہ بن موید کی پناہ میں آگیا۔ سلطان شاہ نے اس علاقے کو بھی فتح کرلیا، ملک دینار کرمان بھاگ آیا۔ یہاں غز کے دوسرے دستے اس سے آملے اور انہوں نے پھر اس علاقے میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا، یہاں تک کہ ۶۱۲ھ میں خوارزم شاہیوں کے دباؤ سے اسکی قوت ختم ہوئی۔ غزوں کے کرمان پر غلبے کا زمانہ (۵۸۱ تا ۶۱۲) وہی ہے جب مکران میں تاج‌الدین اور نصرت‌الدین حکمران تھے۔ ایسا اندازہ ہوتا ہے جب غزوں کا دباؤ مکران کی طرف ہوا تو ان دونوں مکرانی بادشاہوں نے ان کی زد کو روکا اور انکی رہی سہی قوت کا بھی استیصال کردیا۔ سراجی نے دونوں سلطانوں کی مدح میں جو قصیدے لکھے، ان میں اس واقعے کا خصوصیت سے ذکر ہے۔

تاج‌الدین کی مدح میں لکھتا ہے:

بہ پیش لشکر تو سنگ پست آمد چو حرف جر
سپاهی چون سپاه تو چنین جرار کی باشد
حصار سنگ را قومی همی کرده حصاری
حصار عنکبوتی را مگس حصار کی باشد
مبارکباد فتح سنگ و غز مقهور پیش تو
کہ قهر شکر غزرا چوتو قهار کی باشد

نصرت‌الدین کے قصیدے کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

بہ پیش لشکرت شاها حصار سنگ پست آمد
بہ شکل قلعۂ گردون اگر حصن حصینستی
شهنشہ استعانت گر بدرگاه تو آوردی
کنون بردرگہہ او بر فراوان مستعینستی
حصارش کی شدی کنده سپاهش کی شدی کشتہ
زن و فرزند او هم کی بدست آن و اینستی
مبارک باد فتح سنگ و غز مقهور پیش تو
دعای بیگمانست این کہ آینش یقینستی
بواد فتح برمی نوش و بخشش کن خداوند
کہ بادستی جهان یکسر اگر کارش جز اینستی

۳۔ مکران کی تمدنی و مذہبی زندگی کے بعض پہلوؤں پر دیوان سراجی سے نئی روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً:

الف۔ حکمران ظل‌اللہ کہلاتے، دین کی حفاظت اپنا فرض سمجھتے، امیرالمسلمین بھی کہے جاتے، تاج‌الدین کے مدحیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

پدر دولت، شمس رافت بوالکارم پور شاه
پشت ملکت زین ملت کہف، امت تاج دین
حیدر ثانی توئی دانی چرا زیرا کہ بود
او امیرالمومنین و تو امیرالمسلمین
حیدر دین چون توئی و تیغ تو چون ذوالفقار
پس ترا زیبد اگر خوانم امیرالمومنین
خیمہ بیداد را عدل تو می برّد طناب
کلمۂ اسلام را تیغ تو می زیبد امین
عید تو فرخندہ باد و خصم قربان روز عید
ذات تو ظل اللہ و ظل اللہت بادا معین

نصرت الدین ابوالخطاب اپنے بھائی کی طرح امیرالمومنین، رحمۃللعالمین اور محافظ اسلام قرار دیا گیا ہے:

بمردی و جہان مردی امیرالمومنین حیدر
ندانستی کہ در عالم کسی اورا قرینستی
تو پنداری کہ شہ نصرت جو حیدر در ہمہ عالم
بمردی و جوانمردی امیرالمومنینستی
فلک را ہمچوعیسی رافتہ بالا تصابستی
جہان را ہمچو احمد رحمۃ للعالمینستی

ب ۔ معاشرے پر دین کا غلبہ تھا، عید فطر، عید قربان، روزے کے مواقع پر بڑی دھوم دھام ہوتی، نصرالدین کی مدح کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

مصطفی خلقی و غار توجہان، و چرخ چیست
پردۂ کش عنکبوتی بر شگاف غار ببست
شہر یارا عید میمون کافتاب رافتست
سائبان عیش و عشرت بر جہان ہموار بست

بادۂ خوشخوار خور شاہا کہ در ایام عید
خوش زہد آنکس کہ دل در بادۂ خوشخوار بست

تاج الدین کے جشن عید کا بیان قابل توجہ ہے:

عید است گلرخا بہ نشاط اندر آرمی
بنواز چنگ و نوش کن آن خوشگوار می
عید است و دل بمزمر و می بشگفد چوگل
مطرب بساز مزمر و ساقی بیار می
برداشت دور چرخ نقاب از جمال عید
ای عید جان من بنشاط اندر آرمی
جانا بیار جام گران سنگ روز عید
در دہ بعہدی ای صنم می‌گسار می
آن ناحفاظ چند کہ کردند قصد آنکہ
در مسندت خورند بہنگام بار می
تیغت بر آورید دمار از وجود شان
ہمچو ز عقل و ہوش برآرد دمار می
منت خدای را کہ علی رغم آن سگان
آب حیات خور دشہ کامگار می
شاہا کنون کہ بزم بزرگ است روز عید
جام شراب خواہ و بہا بر شمار می

ان اشعار سے واضح ہے کہ دربار میں شراب نہیں پی جاتی، اور چند بدکردار لوگوں نے جب اس کی خلاف ورزی کی تو ان کا سر قلم کردیا گیا، شاعر نے رویف 'می' انتخاب کی ہے، لیکن بادشاہ کے دربار میں شراب سے احتراز کو کس خوبصورتی سے بیان کردیا ہے۔

۴- باوجود معاشرے پر دینی غلبے کے، مکران ایرانی تہذیب سے خاصا متاثر تھا، نوروز کا جشن بڑی آب و تاب سے منایا جاتا تھا، خصوصاً وہ نوروز جو عید کے دن پڑتا، اس کی دھوم دھام کی نوعیت ہی دوسری ہوتی۔

مشہور مصنف ادریسی (م : ۵٦۰ ھ) نے لکھا ہے کہ مکران کی زبان فارسی اور مکرانی دونوں ہیں، بول چال میں یہی دو زبانیں استعمال کرتے ہیں، ان کا لباس اہل عراق اور اہل ایران سے ملتا جلتا ہے۔ بہرحال عام اسلامی دربار کی طرح مکرانی دربار میں نوروز کا جشن ہوتا، دلی میں اس جشن کا رواج اتنا ہوگیا تھا کہ سلطان التتمش کے عہد میں مشہور صوفی شاعر جمال ہانسوی کو اس طرح کی رباعیات لکھنا پڑیں :

نوروز کہ در دین محمد نہ رواست
ترسا وجہود را بدو میل و ہواست
از راہ ہوا کسی کہ نو روز کند
آن شخص متابع جہود و ترساست

—

چون فصل بہار عالم افروز کند
مر باغ و چمن را طرب آموز کند
نوروز مکن اگر مسلمانی زانکہ
ترسا و مغ و جہود نوروز کند
تا دشمن دین تست شیطان حسود
ایمن مشو از سگالش آن مردود
تاروضۂ ایمان تو ماند خرم
نوروز مکن بسان ترسا و جہود

بہرحال جشن نوروز مکرانی دربار میں منایا جاتا، نصرت کی مدح کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عید فرخندہ فراز آمد و نوروز بہم
بزم عیداست کنون از گل وصل باغ ارم
ہر دو فرخندہ و میمون و مبارک بادا
بر خداوند زمان نصرت دین فخر عجم
خسروا مجلس نوساز کہ در دام کہن
عید و نوروز رسیدند و دگر شد عالم

۵ - سراجی کا دیوان معاصر ہندوستان کے بعض سیاسی و تہذیبی امور پر روشنی ڈالتا ہے، اور فارسی ادب میں تو یہ دیوان بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے کہ ہندوستان کے دو سو سالہ تاریک ادبی دور کا یہ مجموعہ سب سے زیادہ قابل توجہ کارنامہ ہے، یہی حال مکران کی ادبی تاریخ کا ہے، اس خطے کے کسی قابل ذکر قدیم شاعر کا کلام موجود نہیں، اس خطے میں ایسے مبتکر شاعر کا قیام اور اس کے دوران معتدبہ کلام کا معرض وجود میں آنا فارسی ادب کی تاریخ میں اہم مقام کا حامل ہے۔

خلاصہ یہ کہ سندھ و مکران کے خطے سے متعلق تین چار منظوم و منثور کتابوں اور ایک مکتوب پر میرے مقالے میں گفتگو ہوئی ہے، ان سے اس خطے کی سیاسی و تمدنی زندگی کے بعض گوشے روشن ہو جاتے ہیں، میرا خیال ہے کہ ان کے دقیق مطالعے سے اواخر چھٹی اور اوائل ساتویں صدی ہجری کی سیاسی و تمدنی زندگی پر کچھ نئی روشنی پڑے گی، میری گفتگو کا مقصد اولین یہی ہے، میری گذارش یہ ہے کہ اس سلسلے میں تحقیق و تلاش جاری رکھنی چاہیے، اس سے نئے مآخذ سامنے آئیں گے۔

دراصل مآخذ و منابع کی دریافت کسی قوم یا ملک کی تہذیبی و علمی و سیاسی تاریخ میں بے پناہ اہمیت رکھتی ہے۔ اسلامی تہذیب کو اس کی سخت ضرورت ہے اس لیے کہ اس تہذیب کی خصوصیت کتابیں اور مخطوطات ہیں جو ہزار میں ایک کی نسبت سے باقی ہوں توہوں، ماںقی زمانے کی نذر ہو چکی ہیں، اس بنا پر نئے منابع کی دریافت، اور اس سلسلے میں ہر مفید اقدام حد درجہ قابل ستایش ہے۔